

جو قانون بنایا ہے اسی کے مطابق وہ پیدا ہوگا۔ اس کو توڑو گے تو اپنے آپ کو خود ہلاک کرو گے۔

یہ مثال جو اس تفصیل کے ساتھ میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے اس پر آپ غور کریں تو آپ کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ آج آپ کی عبادتیں کیوں بے اثر ہو گئی ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے بھی آپ سے بارہا بیان کر چکا ہوں سب سے بڑی غلطی یہی ہے کہ اپنے نماز روزے کے ارکان اور ان کی ظاہری صورتوں ہی کو اصل عبادت سمجھ رکھا ہے اور آپ سخیال ظام میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جس نے یہ ارکان پوری طرح ادا کر دیئے اسے بس اللہ کی عبادت کر دی۔ آپ کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھانے کے چاروں ارکان، یعنی نوالے بنانا، منہ میں رکھنا، چبانا، اور حلق کے نیچے اتار دینا، بس انہی چاروں کے مجموعے کو کھانا سمجھتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ جس نے یہ چار ارکان ادا کر دیئے اس نے کھانا کھایا اور کھانے کے فائدے اس کو حاصل ہونے چاہئیں، خواہ اس نے ان ارکان کے ساتھ مٹی اور پتھر اپنے پیٹ میں اتارے ہوں، یا روٹی کھا کر فوراً تھے کر دی ہو۔ اگر حقیقت میں آپ لوگ اس حماقت میں مبتلا نہیں ہو گئے ہیں تو مجھے بتائیے یہ کیا ماجرا ہے کہ جو روزہ دار صبح سے شام تک برابر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتا ہے وہ اس عبادت کی حالت میں جھوٹ کیسے بولتا ہے؟ غیبت کس طرح کرتا ہے؟ اس کی زبان سے گالیاں کیوں نکلتی ہیں؟ وہ عین عبادت الہی کی حالت میں لوگوں کے حق کیسے مار کھاتا ہے؟ حرام کھانے اور حرام کھلانے کو کام کس طرح کر لیتا ہے؟ اور پھر یہ سب کام کر کے بھی اپنے نزدیک یہ کیسے سمجھتا ہے کہ میں نے خدا کی عبادت کی ہے۔ کیا اس کی مثال اس شخص کی سی نہیں ہے جو راکھ اور مٹی کھاتا ہے اور محض کھانے کے چار ارکان ادا کر دینے کو سمجھتا ہے کہ کھانا اسی کو کہتے ہیں۔ پھر مجھے بتائیے یہ کیا ماجرا ہے کہ رمضان بھر میں تقریباً ۳۶ گھنٹے خدا کی عبادت کرنے کے بعد جب آپ فارغ ہوتے ہیں تو اس پوری عبادت کے تمام اثرات سوال کی پہلی تاریخ ہی کو کا فور ہو جاتے ہیں۔ ہندو اپنے تہواروں میں جو کچھ کرتے ہیں وہی سب آپ عید کے زمانے میں کرتے ہیں۔ حدیہ ہے کہ شہروں میں تو عید کے روز بدکاری اور شراب نوشی اور

قاربازی تک ہوتی ہے۔ اور بعض ظالم تو میں نے ایسے دیکھے ہیں جو رمضان کے زمانے میں دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو شراب پیتے اور زنا کاری کرتے ہیں۔ عام مسلمان خدا کے فضل سے اس قدر بگڑے ہوئے تو نہیں ہیں، مگر رمضان ختم ہونے کے بعد آپ میں سے کتنے ایسے ہیں جن کے اندر عید کے دوسرے دن بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کا کوئی اثر باقی رہتا ہو؟ خدا کے تو مین کی خلافت و رزی میں کوئی کسر اٹھا رکھی جاتی ہے؟ نیک کاموں میں کتنا حصہ لیا جاتا ہے؟ اور نفاست میں کیا کمی آجاتی ہے؟ سوچیے اور غور کیجئے کہ اس کی وجہ آخر کیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں عبادت کا مفہوم اور مطلب ہی غلط ہو گیا ہے۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سحر سے لے کر مغرب تک کچھ نہ کھانی اور نہ پینے کا نام روزہ ہے اور بس یہی عبادت ہے۔ اس لئے روزے کی تو آپ پوری حفاظت کرتے ہیں۔ خدا کا خوف آپ کے دل میں اس قدر ہوتا ہے کہ جس چیز میں روزہ ٹوٹنے کا ذرا سا اندیشہ بھی ہو اس سے بھی بچتے ہیں۔ اور اگر جان پر بھی بن جائے تب بھی آپ کو روزہ توڑنے میں تا مل ہوتا ہے لیکن آپ نہیں جانتے کہ یہ بھوکا پیاسا رہنا اہل عبادت نہیں بلکہ عبادت کی صورت ہے۔ اور یہ صورت مقرر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ آپ کے اندر خدا کا خوف اور خدا کی محبت پیدا ہو، اور آپ کے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ جس چیز میں نیا بھر کے فائدے ہوں مگر خدا ناراض ہوتا ہو اس سے آپ اپنے نفس پر جبر کر کے بچ سکیں، اور جس چیز میں طرح کے خطرات اور نقصانات ہوں مگر خدا اس سے خوش ہوتا ہو، اس پر آپ اپنے نفس کو مجبور کر کے آمادہ ہو سکیں۔ یہ طاقت اسی طرح پیدا ہو سکتی تھی کہ آپ روزے کے مقصد کو سمجھتے اور ہمینہ بھرتا کہ اپنے خدا کے خوف اور خدا کی محبت میں اپنے نفس کو خواہشات سے روکنے اور خدا کی رضا کے مطابق چلانے کی جو مشق کی ہے اس کا نتیجہ ہے۔ مگر آپ تو رمضان کے بعد ہی اس مشق کو اور ان صفات کو جو اس مشق سے پیدا ہوتی ہیں اس طرح نکال پھینکتے ہیں جیسے کھانا کھانے کے بعد کوئی شخص انگلی ڈال کر قے کر دے۔ بلکہ آپ میں سے بعض لوگ تو روزہ کھونے کے بعد ہی دن بھر گی پرہیزگاری کو اگل دیتے ہیں۔ پھر آپ ہی بتائیے کہ رمضان اور اس کے روزے کوئی

ظلم تو نہیں ہیں کہ بس ان کی ظاہری شکل پوری کر دینے سے آپ کو وہ طاقت حاصل ہو جائے جو حقیقت میں روزے سے حاصل ہونی چاہئے۔ جس طرح روٹی سے جسمانی طاقت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ معدے میں جا کر ہضم نہ ہو اور خون بن کر جسم کی رگ رگ میں نہ پہنچ جائے، اسی طرح روزے سے بھی روحانی طاقت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ آدمی روزہ کے مقصد کو پوری طرح سمجھے نہیں اور اپنے دل و دماغ کے اندر اس کو اترنے اور خیال، نیت، ارادہ اور عمل سب پر چھا جانے کا موقع نہ دے۔

یہی سبب کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کا حکم دینے کے بعد فرمایا **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ**۔ یعنی تم پر روزہ فرض کیا ہے، شاید کہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس سے تم ضرور متقی و پرہیزگار بن جاؤ گے۔ اس لئے کہ روزے کا یہ نتیجہ تو آدمی کی سمجھ بوجھ اور اس کے ارادے پر موقوف ہے۔ جو اس کے مقصد کو سمجھے گا اور اس کے ذریعہ سے اصل مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا وہ تو تھوڑا یا بہت متقی بن جائے گا۔ مگر جو مقصد ہی کو نہ سمجھے گا اور اسے حاصل کرنے کی کوشش ہی نہ کرے گا اسے کوئی فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے روزے کے اصل مقصد کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور یہ سمجھایا، کہ مقصد سے غافل ہو کر بھوکا پیاسا رہنا کچھ مفید نہیں۔ چنانچہ فرمایا:-

من لم یذع قول الزور والحلیج
فلیس لله حاجۃ فی ان یدع طعامہ شویہ
جسے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اس کا کھانا اور
پانی چھڑوا دینے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں ہے۔
دوسری حدیث میں ہے کہ سرکار نے فرمایا:-

کو من صائم لیس له من صیامہ الا
النظام وکم من قائم لیس له من قیامہ الا
السنہ۔
بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک پیاس
کے سوا ان کے پتے کچھ نہیں ٹپتا اور بہت سے راتوں کو کھڑی رہنے
والے ایسے ہیں کہ اس قیام سے رت جگے کہ سوا ان کے پتے کچھ نہیں ٹپتا۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب بالکل صاف ہے۔ ان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ محض بھوکا اور

پیارا مہنا عبادت نہیں ہے، بلکہ اصل عبادت کا ذریعہ ہے، اور اصل عبادت ہے خوف خدا کی بنا پر اس کے قانون کی خلاف ورزی سے بچنا، اور محبت الہی کی بنا پر ہر اس کام کے لئے شوق سے لیکن جس میں محبوب کی خوشنودی ہو، اور نفسانیت سے بچنا جہاں تک بھی ممکن ہو۔ اس عبادت سے جو شخص غافل رہا اس نے خواہ مخواہ اپنے پیٹ کو بھوک پیاس کی تکلیف دی۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت کب تھی کہ بارہ چودہ گھنٹے کے لئے اس سے کھانا پینا چھڑا دیتا۔

روزے کے اصل مقصد کی طرف سرکار اس طرح توجہ دلاتے ہیں کہ :-

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے روزہ رکھا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔

ایمان کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے متعلق ایک مسلمان کا جو عقیدہ ہونا چاہئے وہ عقیدہ ذہن میں پوری طرح تازہ رہے۔ اور احتساب کا یہ مطلب ہے کہ آدمی ہر وقت اپنے خیالات اور اپنے اعمال پر نظر رکھے کہ کہیں وہ اپنے ایمان کے خلاف تو نہیں چل رہا ہے۔ ان دونوں چیزوں کے ساتھ جو شخص رمضان کے پورے روزے رکھنے کا وہ اپنے پچھلے گناہ بخشوا لے جائے گا اس لئے کہ اگر وہ کبھی سرکش و نافرمان بندہ تھا بھی تو اب اس نے اپنے مالک کی طرف پوری طرح رجوع کر لیا، اور التائب من الذنب کمن لا ذنب۔ دوسری حدیث میں آیا ہے :-

الصيامُ جُنَّةٌ وَاذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُتْ وَلَا يَسْتَعْجِبُ - فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ سَمِيٌّ

روزے ڈھال کی طرح ہیں کہ جس طرح ڈھال دشمن کے وار سے بچنے کے لئے ہے اسی طرح روزہ بھی شیطان کے سے بچنے کے لئے ہے۔ لہذا جب کوئی شخص روزے سے ہوتو

اسے چاہئے کہ اس ڈھال کو استعمال کرے اور دنگے فساد سے پرہیز کرے۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو اس کو کہہ دینا چاہئے کہ بھائی میں روزے سے ہوں۔ مجھ سے تم یہ توقع نہ رکھو کہ تمہارے اس مشغلہ میں لڑائی

دوسری احادیث میں حضور نے بتایا ہے کہ روزے کی حالت میں آدمی کو زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنے چاہئیں اور ہر بھلائی کا شوقین بن جانا چاہئے خصوصاً اس حالت میں اس کے اندر اپنی دوسری بھائیوں کی ہمدردی کا جذبہ تو پوری شدت کے ساتھ پیدا ہو جانا چاہئے، کیونکہ وہ خود بھوک پیاس کی تکلیف میں مبتلا ہو کر زیادہ اچھی طرح محسوس کر سکتا ہے کہ دوسرے بندگانِ خدا پر غریبی اور مصیبت میں کیا گزرتی ہوگی۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ خود سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں عام دنوں سے زیادہ رحیم اور شفیق ہو جاتے تھے۔ کوئی سائل اس زمانے میں حضور کے دروازے سے خالی نہ جاتا۔ اور کوئی قیدی اس زمانے میں قید نہ رہتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔

من فطر فیہ صائماً کان لہ
مغفرةً لذنوبہ وعتق رقبتہ من
النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان
ینتقص من اجرہ شیء۔

جس نے رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو پیاس کے
گناہوں کی بخشش کا اور اس کی گردن کو آگ سے چھڑانے
کا ذریعہ ہوگا اور اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا
اس روزہ دار کو روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔

خطبہ ثانیہ | الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ۔

معاشر مسلمین! اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہم پر یہ ہے کہ اس نے ہم کو اسلام کی نعمت نوازا، اور اسلام کی نعمت ہم کو جس ذریعہ سے پہنچی ہے وہ اللہ کے رسولِ برحق کی ذات ہے۔ لہذا جس طرح ہم پر اللہ کا شکر اور اس کی حمد و ثنا واجب ہے، اسی طرح اللہ کے رسول پر صلوة و سلام بھیجا بھی واجب ہے۔ اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی ال محمد كما صليت علی ابراهيم و علی ال ابراهيم انک حمیدٌ تجیدٌ۔ اس کے بعد ہمیں دعائے رحمت کرنی چاہئے حضور کے اصحاب اہل بیت پر، اور خصوصاً آپ کے خلفائے راشدین حضرات ابو بکر صدیق و عمر بن الخطاب و عثمان ابن عفان و علی ابن ابی طالب پر کہ یہی حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح پیروی کر کے ہمارے لئے ایک روشن راستہ چھوڑ گئے ہیں۔

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۝

اس کے بعد دعا کیجئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو راہِ راست پر قائم رکھے اور گمراہی سے بچائے۔
 خدایا ہمیں حق کو حق کر کے دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق دے۔ اور ہمیں باطل کو باطل کر کے دکھا
 اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ خدایا جو تیرے دین کی مدد کرے تو اس کی مدد کرو اور ہمیں اس کا سزا
 بنا۔ اور جو تیرے دین سے مُنہ پھیرے تو بھی اس سے مُنہ پھیر لے اور ہمیں اس کے فتنہ میں پڑنے سے
 بچا۔ خدایا! دنیا میں ہر طرف تاریکی ہی تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ بر و بکر میں فساد پھوٹ پڑا ہے، ایک
 تلاطم ہے جس میں تیرا نام لینے والوں کی ٹوٹی ہوئی کشتی تھپیڑے کھا رہی ہے۔ خدایا! تو ہی ہم کو علم کا
 نور دینے والا ہے کہ سیدھا راستہ دیکھ سکیں اور تو ہی ہمیں طاقت بخشنے والا ہے کہ اس طوفان سے
 صحیح و سالم بچ کر نکل سکیں۔ خدایا! تیرا ہی وعدہ ہے کہ اُدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۝ ہذا ہم تجھ سے
 دعا کرتے ہیں اور تو اسے قبول کر! رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۝ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

عباد الله! ان الله يامر بالعدل والاحسان وايتاء ذى القربى
 وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغى يعظكم لعلكم تتقون۔ اذكروا
 الله يذركم وادعوه يستجب لكم۔ ولذكروا الله تعالى اعلى واولى واعز
 واجل واهم واتموا قولى واكمب۔

مطبوعات

مقالات شبلی حصہ چہارم، حصہ پنجم
 تصانیفات مولانا شبلی مرحوم۔ ضخامت بالترتیب ۱۸۹، ۱۳۸، ۲۴۰، ۱۰۰
 صفحات قیمت عم، عمد، عمرا، ملنے کا پتہ:۔ دارالاصنافین، غلط کم گڈہ
 مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے مستقل تصانیف کے علاوہ مختلف عنوانوں پر متعدد مضامین لکھے
 تھے، جن میں سے اکثر آئندہ میں شائع ہوئے تھے۔ مولانا مرحوم کا محققانہ اصول نگارش جس طرح ان کی
 مستقل تصنیفات میں نمایاں ہے، اسی طرح ان کے متفرق مضامین میں بھی موجود ہے۔ ادارہ دارالاصنافین، جو مرحوم
 ہی کی یادگار ہے، ان قابل قدر علمی جواہر پاروں کو جو مختلف مقامات میں کبھر پڑے تھے، حسن ترتیب کے ساتھ
 کتابی شکل میں شائع کر رہا ہے۔ ایک اس سلسلہ کی سات جلدیں نکل چکی ہیں۔ آخر کی چار جلدیں اس وقت
 زیر تبصرہ ہیں۔

حصہ چہارم تنقیدی مباحث پر مشتمل ہے۔ سترہ کتابوں پر تفصیلی تبصرے ہیں۔ ان کتابوں میں اکثر وہ
 بلند پایہ اسلامی تصنیفات ہیں جو آج یورپ کی بدولت ہر گلی کوچے میں پھیل چکی ہیں، لیکن نصف صدی
 پیشتر تک خود مسلمان ان کے نام سے بھی بہت کم واقف تھے۔ اگرچہ ان مقالات کی حیثیت محض تبصروں کی
 ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بجائے خود مفید، مدلل اور پر از معلومات مضامین ہیں۔ اور مولانا کا کمال خاص یعنی
 ان کا ذوق تنقیدی تو ایک ایک فقرہ میں جھلکتا ہے۔ بالخصوص ”مدن اسلام“ کے مصنف جرجی زیدان نے
 اپنی کتاب میں جن متعصبانہ عیاروں سے اسلام کی مدح کے پردہ میں تنقیص کی تھی، اور جس کی نظریہ اچھو لچھے

دیدہ ووروں کو چرکا دے گئی تھی، ان کی پردہ دری نہایت بالغ نظری سے کی گئی ہے۔

حصہ پنجم تاریخ و سیر متعلق ہے۔ اس میں مشاہیر اسلام کے سوانح حیات ہیں۔ تاریخ مولانا مرحوم کا خاص فن تھا، اس لئے ان مضامین کی نسبت کسی تفصیلی اظہار رائے کی ضرورت نہیں۔ معتزلہ اور اعتزال کی تاریخ بیان کرتے ہوئے جگہ جگہ مصنف نے ”اعتزال“ کو ”عقلیت“ سے تعبیر کیا ہے مگر یہ تعبیر ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اعتزال کو نہ تو خالص اسلامی عقلیت کہا جاسکتا اور نہ یونانی۔ بلکہ یہ بین بین کی ایک خام فلسفیت ہے جس میں ایک طویل عرصہ تک مسلمان متقولین اس وقت تک بھٹکتے رہے جب تک علوم عقلیہ نے ان کے اندر نشیبگی حاصل نہ کرنی۔ قریبی دور میں جس طرح یورپ کے علوم عقلیہ کی نئی سی چمک دکھ کر ہماری آنکھیں خیرہ ہوئی تھیں، اور اب آہستہ آہستہ ان علوم کی گہرائیوں تک پہنچ کر یہ نشیبگی دور ہو رہی ہے، اسی طرح ابتدائی زمانہ میں بھی جب مسلمان نئے نئے فلسفہ یونان و عجم سے واقف ہوئے تھے تو ان پر یہی خیرگی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، اور وہ کہیں صدیوں میں جا کر دور ہوئی۔ لہذا اگر نئے دور کے اعتزال کو حقیقی معنوں میں ”عقلیت“ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا تو پرانے زمانے کا اعتزال بھی اس نام کا متحمل نہیں۔ اسی طرح ایک موقع پر ضمناً مصنف کے بعض بیانات سے اس خیال کی تائید نکلتی ہے کہ پہلی علوم کا اصلی سرچشمہ یونانی زبان ہے۔ ہمیں اس عمومی فیصلہ کے تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ارتقاء تہذیب کی تاریخ میں ہر بعد کی قوم نے پہلے کی قوموں کے کارناموں سے استفادہ کیا ہے اور یہ استفادہ کوئی عیب نہیں ہے۔ مسلمانوں نے بھی جب اس راہ میں قدم رکھا تو اقوام قدیمہ کے کارناموں سے استفادہ کیا۔ مگر مسلمانوں کا اصلی عطیہ (CONTRIBUTION) جس نے افکار انسانی کی رُو کو خیالیت سے واقعیت کی طرف پھیر دیا، اور خرد و تجنیں سے ہٹا کر تحقیق کی طرف متوجہ کیا، اس کا سرچشمہ بجز قرآن حکیم کے کوئی نہیں۔ اس کا نشان ان سے پہلے کی کسی قوم کے علوم میں نہیں ملتا۔

حصہ ششم بھی تاریخی مقالات کا مجموعہ ہے، جن میں عام تاریخی مباحث پر سیر حاصل بحثیں کی گئی ہیں۔